پروفیسر محمد ایوب قادری

اجرت اور اسلام

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل دنیا میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی انسانی زندگی کا ہر شعبہ زنگ آلود تھا۔ انسان اپنے مرتبے کو بھول چکا تھا۔ ہر طرف لوٹ کھسوٹ، ظلم وجور اور رہزنی و قزاقی کا دور دورہ تھا۔ مذہبی مقتدی ارباب من دون اللہ بنے بیٹھے تھے اور عوام الناس کو محض غلام سمجھتے تھے۔ غریبوں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ مزدوروں اور اجیروں کی مٹی پلید تھی، ان سے سخت سے سخت محنت لی جاتی تھی اور کم سے کم اجرت دی جاتی تھی۔ غلاموں کی حالت تو جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ بعض اوقات مزدوروں کی جان محض ایک رسی کے نقصان پر لے لی جاتی تھی۔ مگر جب آفتابِ اسلام طلوع ہوا تو کفر و ضلالت کی تاریکی ختم ہوگئی۔ غریبوں کو زندگی کے حقوق ملے غلاموں کی حالت سنبھلی اور اجیر و مزدور کو چین ملا

مزدوروں کی زبوں حالی

مزدوروں کی حالت سخت ناگفتہ بہ تھی۔ آج بیسویں صدی کی مہذب دنیا میں مزدور پیشہ طبقہ چنداں وقعت و عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ جسمانی محنت کرنے والے دستکاروں اور مزدوروں کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں۔ لوگوں کے دماغ میں اب تک تعصب کا غبار چھایا ہوا ہے کہ جسمانی محنت حقیر ہے اور جسمانی محنت کرنے والا کسی عزت کا مستحق نہیں۔ سرمایہ دار اور جاگیردار طبقوں میں تو ان کی پہلے ہی سے کوئی قدر نہیں تھی۔ مگر اسلام دینِ فطرت اور ایک مکمل نظامِ حیات کا مالک ہے، اس میں اس قسم کے طبقاتی تصورات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے تمام مصنوعی، طبقاتی امتیازات ختم کرکے اخوت و مساوات کی تعلیم دی ہے اور عملی طور سے مزدور کے وقار کو بلند کیا اور محنت کو باعزت ٹھہرایا۔

قریش کا مسئلہ آجر و مزدور

زمانۂ جاہلیت میں مکّہ میں آجر و مزدور کا باہمی تعلق نہایت خراب تھا اور آجر مزدور پر پوری طرح حکمرانی کے حقوق حاصل کیے ہوئے تھا، یہاں تک کہ اگر کوئی آجر کسی مزدور کو جان سے مار ڈالتا تھا تو اس کی کوئی شنوائی نہ ہوتی تھی۔

محنت اور قرآن

محنت کے باب میں قرآن حکیم نے ہمارے سامنے تین پیغمبروں کی زندگی بطور نمونہ پیش کی ہے اوّل حضرت یوسف علیہ السلام، دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سوم حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ اس وقت زیر بحث آتا ہے جب وہ جیل سے رہا ہو کر عزیز مصر کے پاس پہنچتے ہیں اور جب یہ بحث آتی ہے کہ ان کو کون سا عہدہ عطا کیا جائے تو فرماتے ہیں کہ مجھے محکمۂ مالیات پر مقرر کیا جائے کیونکہ میں بہت علم رکھنے والا اور حفاظت کرنے والا ہوں اور عزیز مصر نے بھی کہا تھا کہ ”آپ امین ہیں اور اس وجہ سے بھی آپ کو اس عہدے پر مقرر کرنا چاہتا ہوں“۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب وہ مصر چھوڑ کر مدائن کی جانب روانہ ہوتے ہیں، یہاں ان کی ملاقات حضرت شعیب علیہ السلام سے ہوتی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ اپنی ایک لڑکی کی شادی کروں گا بشرطیکہ تم اس کا مہر اس طرح ادا کرو کہ میری بکریاں آٹھ سال تک چراؤ اور اگر دس سال تک چراؤ تو یہ تمہاری مہربانی ہوگی۔ اس موقع پر حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ اے باپ! آپ جس شخص کو محنت کے لیے رکھتے ہیں اس میں سب سے بہتر وہ ہے جو قوی اور ایماندار ہو۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام جسمانی مشقت کا تھا اس لیے قوی ہونے کی شرط ضروری سمجھی گئی۔ ویسے امین ہونے کی شرط خاص ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر رضامند ہو گئے اور ان کی شادی حضرت شعیب علیہ السلا[م]

کی صاحب زادی سے ہو گئی۔ اس باب میں کوئی تشریح نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنے سال بکریاں چرائیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال بکریاں چرائی ہوں گی کیونکہ ایک پیغمبر اور بالخصوص حضرت موسیٰ سے یہی توقع تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام

اسلام نے صنعت و حرفت کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے اور اسے انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ مقدامؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے۔ گویا حدادی کے کام سے ان کا تعلق تھا۔

اجیر و آجر کی خصوصیات

اجیر کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے امین ہونا چاہیے۔ دوسرے اس میں اس کام کی جو اس کے سپرد کیا جاتے پوری پوری صلاحیت ہونی چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ روزی جو امانت اور ذمہ داری سے حاصل کی جاتی ہے، حلال و طیب ہے۔ جو شخص مزدور رکھے اس کے لیے دو شرائط ہیں۔ اول یہ کہ اجیر کی اجرت اس کے کام اور محنت کے لحاظ سے مقرر کرے اور کام کی اہمیت کے لحاظ سے اس کی واجبی اجرت ادا کرے اور دوسری چیز یہ ہے کہ اجیر کی اجرت اسی وقت دے دے کہ اس کا پسینہ خشک نہ ہونے پائے اور اگر فوراً نہ دے سکے تو یہ دو باتیں ضروری ہیں:

۱۔ اجیر کو خندہ پیشانی سے رخصت کرے اور کوئی بات ایسی پیش نہ آنے دے جس سے اجیر کو کسی قسم کی تکلیف یا رنج پہنچے۔

۲۔ مستاجر اپنی تواب دید کے مطابق رقم بعد میں ادا کرتا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ کچھ رقم اضافہ کر کے دے تاکہ وہ خوش ہو جائے۔

نبی کریمؐ کا اسوۂ حسنہ

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں تجارت کے علاوہ "عمل بالید" کا سراغ

ملتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں اور اس کا ذکر فخریہ فرمایا کہ آپ نے اُجرت پر بھی کام کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الکاسب حبیب اللہ : کسب کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ خندق کے موقع پر خندق کے کھودنے میں شرکت فرمائی۔ ایک دفعہ ایک سفر میں صحابۂ کرام نے کھانے کی تیاری میں مختلف کام اپنے اپنے ذمے لے لیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیوں کی فراہمی کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام اکثر خود کرتے تھے، جھاڑو خود دے لیتے تھے، کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ جوتیاں درست فرما لیتے تھے۔ غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں محنت کی عظمت مسلمہ ہے۔

خلیفۂ دوم سیدنا فاروق اعظمؓ کے حالات میں بکریاں چرانے اور اینٹیں تھاپنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ خلیفۂ سوم سیدنا عثمان غنیؓ تو ایک ممتاز تاجر تھے۔

عمل صحابۂ کرامؓ

صحابہ کرام نے بھی انسانی معاشرے کی ترقی و بقا کے لیے خود محنت کی۔ خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کپڑا فروخت کرتے تھے بلکہ آپ نے خلافت کی ذمہ داریوں کے بعد بھی یہ کام جاری رکھنا چاہا۔ اسی طرح آپ ایک بوڑھی عورت کے گھر جاکر اس کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے اور خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی طرح خلیفۂ چہارم سیدنا علیؓ نے چند کھجوروں کے عوض ایک یہودی کے کھیت میں پانی دیا تھا۔ دوسرے صحابہ بھی کسبِ معاش کے کسی نہ کسی طریقے پر کاربند تھے۔ مہاجرین کا عام مشغلہ تجارت اور انصار کا زراعت تھا۔ غرض صحابۂ کرام جو براہِ راست صحبتِ نبوی کے فیض یافتہ تھے، محنت مزدوری کو عیب نہ سمجھتے اور کسبِ حلال کو فرض جانتے تھے۔ ان ہی کی صحبت سے مشرف ہونے والے تابعین تھے جنھوں نے اپنی لبسر اوقات کے لیے اکثر چھوٹی موٹی تجارت، زراعت یا حرفت کے پیشے پر قناعت کی۔ اسلام کی اسی تعلیم کا اثر تھا کہ مدتوں بعد بھی اکابر اسلام اپنی مشقت سے روزی کمانے کو ضروری جانتے تھے اور سوسائٹی پر بار بننا

پسند نہ کرتے تھے۔

عظمتِ مزدور

اُجرت کے متعلق سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ محنت کی عزت اور مزدوروں کا وقار ہے۔ دنیا میں ہمیشہ مزدوروں کا طبقہ معاشرے میں ایک پسماندہ طبقہ شمار کیا گیا ہے۔ انبیائے کرام، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات اور صحابہ کرام کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان حضرات نے ہاتھ سے کام کیا ہے اور اجرت پر بھی کام کیا ہے۔ اسلام میں مزدور کے مقام کو متعین کرنے کے لیے یہی کافی ہے۔ یہ تو اسلامی تعلیم کا اخلاقی پہلو تھا۔ قانونی حیثیت سے اسلام نے آجر اور اجیر کے ہر مصنوعی امتیاز کو اٹھا دیا ہے اور آجر و اجیر کو معاشرے میں پورا مساوی درجہ دیا ہے۔ یہاں یہ بات کہنی بے موقع نہ ہوگی کہ ذات، پات اور اونچ نیچ کے امتیاز کو ختم کر دینے سے آجر و اجیر کے خود ساختہ امتیازات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ آخر میں مزدور کے وقار کے لیے اس حدیث کا اعادہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ہاتھ سے مزدوری (کسب) کرنے والا خدا کا محبوب ہے۔

مسئلہ اُجرت کی اہمیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجیر کی اجرت کو اتنا اہم قرار دیا ہے کہ جس کے بغیر قوم فارغ البالی کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ کارخانہ ہستی کو اسلام مضبوط و منظم کرنا چاہتا ہے۔ مزدور اس کے ایک اہم ترین عامل ہے اور اس کے عمل کا محور اس کی اُجرت ہے۔ قرآن کریم نے سورۃ مائدہ کے شروع میں ہر اس معاملے کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی ہے جو ایک انسان قانون توڑے بغیر کر سکتا ہے۔ سورۃ مائدہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۔ اے ایمان والو! پورے کرو قرار۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک انصاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ حضورؐ نے ان کا ایک پیالہ نیلام کر کے دو درہم دلوائے۔ ایک درہم سے کلہاڑی خریدی گئی۔ حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے کلہاڑی میں دستہ ڈالا اور ان سے فرمایا کہ لکڑی کاٹو اور بیچو۔ انھوں نے ا

کیا۔ ان انصاری کو مرفہ الحالی نصیب ہوتی۔ اس حدیث سے مزدوری اور محنت کی عظمت کا حال ظاہر ہے۔

تعیینِ اُجرت

آج کل تمام دنیا میں سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان کش مکش اور رسہ کشی جاری ہے اور بعض خطرناک تحریکیں اس کش مکش کے نتیجے میں پرورش پا رہی ہیں۔ سرمایہ دار مزدوروں کو نوکر رکھ کر ان کی اجتماعی محنت سے نفع حاصل کرتا ہے اور اُن کو چند ٹکے دے دیتا ہے۔ اسلام نے تعیین اجرت کے لیے واضح ہدایات فرمائی ہیں جن سے بعض مفاسد کا کلی انسداد ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔" وہ (مزدور) تمھارے بھائی ہیں، ان کو خدا نے تمھارے ماتحت کیا ہے۔ پس جس کے ماتحت، خدا نے اس کے بھائی کو کیا ہو اس پر ضروری ہے کہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے، جو خود پہنے وہ اس کو پہنائے اور جو کام اس کی طاقت سے باہر ہو اس کی اُسے تکلیف نہ دے اور اگر کسی دشوار کام کی تکلیف دے تو اس کی مدد کرے۔ اس حدیث سے حسب ذیل امور بآسانی مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ آجر، اجیروں کو اپنا بھائی سمجھے — دونوں کے تعلق کی نوعیت دو بھائیوں کی سی ہے۔

۲۔ کم از کم کھانے اور پہننے کی حد تک دونوں کی سطح برابر ہے۔

۳۔ وقت اور کام دونوں کے حساب سے مزدور پر اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے جو اس کو تھکا دے۔

۴۔ اگر کوئی ایسا کام آجائے جس کی انجام دہی میں دشواری ہو تو آجر کا فرض ہے کہ اس کی مدد کرے۔

اس سلسلے میں اوقاتِ کار کی تحدید بھی بیان کر دینا مناسب ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عام قانون یہ ارشاد فرمایا کہ کام کی مقدار اور کام کا وقت اتنا ہونا چاہیے جس پر ہمیشگی ہو سکے۔ نیز معقول اُجرت کے لیے اسلام نے مزدوروں کو پوری آزادی دی ہے۔ اس سلسلے میں اتنے یہاں تک آزادی بخشی ہے کہ ایک شہر میں مزدوروں کی کثرت اور کام کی قلت کی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کی ترغیب دی ہے۔ یہ بات بیان کرنی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ بعض فقہاء

مکّہ نے مسلمان مزدوروں کے ساتھ بالخصوص زیادتیاں شروع کر دیں تو قرآنِ پاک نے ہجرت کی تبلیغ و ترغیب ان الفاظ میں دی :

"جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کرتا ہے وہ زمین میں اپنے لیے فارغ البالی اور کشادگی پاتا ہے۔"

اسی لیے اسلام میں پیشے کی آزادی ہے جو چاہے پیشہ اختیار کرے۔ مزدوروں کی فارغ البالی کے لیے اسلام معاشی نظام میں ہر غریب کو کافی روزی بہم پہنچانے کی ذمہ داری حکومت کے ذمے ڈالی گئی ہے۔ زکوٰۃ، فے، اموالِ صدقات وعشر وغیرہ کا بڑا مصرف عام باشندوں کی معاشی کفالت ہے۔

چند دوسری واضح ہدایات

اسلام ایک عالمگیر نظامِ حیات ہے۔ لہٰذا وہ دنیا کی فلاح و بہبود اور انسانیت کی بقا و تحفظ کے اصول پیش کرتا ہے۔ اس کی نظر میں محنت معاشی نظام کا ایک اہم ترین جزو ہے۔ لہٰذا وہ سرمایہ دار اور مزدور کے لیے اعتدال، باہمی تعلقات اور اشتراک کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اسلام ان چیزوں کو بیخ و بن سے مٹانے کا داعی ہے جو مزدوروں کے حقوق کو پامال کرتے ہیں، یا جن سے افراط و تفریط، عدمِ تعاون اور عدمِ اتحاد ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ محنت کے ایسے اصول پیش کرتا ہے جن سے عادلانہ اور صالح نظامِ معاشرت کے قیام میں مدد ملے۔ اس سلسلے میں خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں :

۱۔ اُجرت کم نہ دی جائے کیونکہ مزدور بے چارہ غریب، بیکس اور فاقہ زدہ ہوتا ہے لہٰذا وہ بسا اوقات کم اجرت پر بھی راضی ہو جاتا ہے

۲۔ کم سے کم اُجرت دے کر زیادہ سے زیادہ محنت نہ لی جائے۔ اسلام اس کو ظلم قرار دیتا ہے۔

۳۔ مزدوروں کی اُجرت مقرر کر دی جائے ایسا نہ ہو کہ کام کرنے کے بعد انھیں کم اجرت دی جائے۔ اسلام اس کو ناپسند کرتا ہے۔

۴۔ مزدوروں کی اجرت کے ادا کرنے میں حیلہ و حجت نہ کی جائے۔ اسلام کی نظر میں یہ بات ناپسند ہے۔

۵۔ مزدوروں کا حق تلف کر کے اور مزدور پر خراب کام کرنے کا الزام لگا کر جرمانے کے نام پر مزدوری واپس نہ لی جائے۔ اسلام نے اس کو بھی افراط و تفریط سے تعبیر کر کے اس کا انسداد کیا ہے۔

۶۔ مزدور اور نوکر کے ساتھ چشم پوشی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا کہ میں اس کے نوکر کو کتنی دفعہ معاف کیا کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اس پر اس نے پھر وہی سوال دہرایا تب ارشاد ہوا روزانہ ستر مرتبہ معاف کیا کرو۔ (ابوداؤد و ترمذی)

اس سے فقہائے اسلام نے استنباط کیا ہے کہ اگر مقررہ مدت کی تنخواہ پر ملازم سے بلاقصد نقصان ہو جائے تو تاوان نہ لیا جائے۔

شرکتِ منافعہ

اسلام نے مزدور کی اجرت کا تحفظ کرتے ہوئے اس بات کو پسند کیا ہے کہ مزدور کو اس کے کام کی منفعت میں شریک کیا جائے۔ مسند احمد میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاملوں کو ان کے عمل سے حصہ دو، اس لیے کہ یہ تمہارا عمل اللہ کے لیے ہوگا جس میں تمہیں کبھی گھاٹا نہ ہوگا۔ حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا خادم کھانا تیار کر کے لائے تو اس کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالو اور اگر یہ نہ کر سکو تو کم سے کم چند لقمے اس کے لیے دے دو کہ اس نے کھانا پکانے میں گرمی، دھواں اور دوسری مشقتیں برداشت کی ہیں۔ اس کو اپنی مشقت کا پورا پھل ملنا چاہیے تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ میں اپنی محنت سے مستفید نہیں ہوں اور محنت کا پورا ثمرہ آقا کو پہنچ رہا ہے۔

حکومت کی نگرانی

جس طرح حکومت کو اجیروں اور آجروں کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے مداخلت کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح حکومت کو ان کے کام پر بھی نگرانی رکھنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ابومسعود انصاری کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ پیچھے سے آواز آئی، ابومسعود! ابومسعود! میں نے مڑ کر دیکھا تو آواز دینے والے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابومسعود! یہ معلوم کر کہ تجھ کو اپنے زیر دست پر جتنی قدرت حاصل ہے خدا کو اس سے زیادہ قدرت تجھ پر حاصل ہے۔ خدا کو نہ بھولو!

ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تیرا یہ کوڑا غلام کے ہاتھ میں ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ غلام خدا کی راہ میں آزاد کیا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھ کو جھلس ڈالتی۔

خلیفہ دوم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر مدینے کے باہر تشریف لے جاتے اور اگر کسی شخص کو اس طرح کام کرتے ہوئے دیکھتے کہ جو اس کی برداشت سے باہر ہوتا تو اس کے آجر کو اس کی طاقت کے مطابق کام لینے پر مجبور کرتے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دورِ خلافت میں محتسب مقرر کیے اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر کسی مزدور پر زیادتی ہو تو اس کے آجروں سے باز پرس کی جائے اور آجروں کو یہ حکم دیا جاتا کہ اجیروں کی برداشت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ اس طرح اگر کوئی شخص اپنے جانوروں کو پوری خوراک نہ دے یا طاقت سے زیادہ کام لے تو اس سے بھی مواخذہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ ملاحوں کی کشتیوں میں اتنا بوجھ لادنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے کہ جس سے غرق ہونے کا خطرہ ہو۔ حکومت کو چاہیے کہ مزدوروں کی محنت کا بھی خیال رکھے۔ ایک بار آپ کو یہ اطلاع ملی کہ ایک کارخانہ دار بیمار مزدوروں کی عیادت کو نہیں جاتا۔ آپ نے محتسب کو ہدایت کی کہ کارخانہ دار سے باز پرس کی جائے اور اس کو ایک طبیب مقرر کرنے کی فہمائش کی جائے اور اگر اس کی آمدنی طبیب کا بوجھ نہ اٹھا سکے تو بیت المال کی طرف سے فوراً طبیب مقرر کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بڑا خیال تھا۔ آپ مزدوروں کو صاف ستھرا رہنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جمعہ کا غسل فقہی طور پر مسنون ہے۔ اس کا سبب بھی مزدوروں کی ایک جماعت تھی۔ آپؐ نے مزدوروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم روزانہ غسل نہیں کر سکتے تو کم از کم ہفتے میں جمعہ کا غسل ضرور کیا کرو۔ ایک زمانے تک یہ غسل فرض کی حیثیت سے کیا جاتا رہا لیکن بعد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غسل کا سبب بیان فرماتے ہوئے اس کو مسنون قرار دیا۔

ان تصریحات کے بعد اسلام اپنے اقتصادی نظام میں مزدوروں اور پیشہ وروں کو ارباب راس المال کے ساتھ زیادتی اور تعدی کرنے سے روکتا ہے اور نہیں چاہتا کہ ایک طرف سے افراط اور دوسری طرف سے تفریط ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام والے کا کام انجام دے۔